ارشاد امروہوی
مکان نمبر بی بائی لین ۳ - نبی اللہ روڈ
لکھنؤ

شانِ اودھ بیگم حضرت محل
ایک تاثراتی جائزہ

ذوقِ مطالعہ انسان کے جملہ صفات میں ایک نمایاں وصف تصور کیا جاتا ہے چونکہ مطالعہ انسان کے علم میں گوناگوں اضافہ کرتا ہے جس کے زیرِ اثر اس کے دل و دماغ میں معلومات کا کثیر سرمایہ مجتمع ہوجاتا ہے اور وہ ہر موضوع پر گفتگو کرنے نیز لکھنے پڑھنے پر عبور حاصل کرلیتا ہے یہاں تک کہ لوگ ایسے شخص سے گفتگو کرنے سے کترانے لگتے ہیں اس خوف سے کہ کہیں ان کو اپنی کم علمی کی بنا پر شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑجائے کیونکہ ذوقِ مطالعہ رکھنے والے حضرات معاشرے میں اپنا ایک اہم مقام بنالیتے ہیں، جہاں تک ذوقِ مطالعہ کا تعلق ہے وہ انسان کے میلانِ طبع پر منحصر ہوتا ہے اسی لیے بعض حضرات شعروادب کو زیرِ مطالعہ رکھتے ہیں، بعض مذہبی لٹریچر کو بعض سیاست پر مبنی کتب و رسائل کو، بعض اقتصادیات کو، بعض سائنسی ایجادات اور موضوعات کو، بعض فکشن یعنی ناول، افسانے اور ڈرامے کو اور بعض حضرات محض تاریخ اور تاریخی واقعات کو زیرِ مطالعہ رکھتے ہیں بلکہ بعض تو اسے مقصدِ حیات تصور کرلیتے ہیں لیکن ایسے حضرات معدودے چند ہی پائے جاتے ہیں چونکہ تاریخ کا موضوع کسی قدر خشک بھی ہوتا ہے اور قوی حافظہ اور توجہ کا طلبگار بھی اس لیے اس موضوع کو بالعموم وہی لوگ زیادہ تر اختیار کرتے ہیں جو تاریخ سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں یا پھر دورانِ تعلیم انھوں نے تاریخ کو مضمون کی حیثیت سے اختیار کیا ہو اور ریسرچ کی حد تک پہونچ گئے ہوں۔ ایسے لوگ تاریخ کا چہرہ مسخ ہوتے بھی نہیں دیکھ پاتے۔ جو حضرات تاریخ سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں اور اس کے مطالعہ میں غرق رہتے ہیں، وہ لوگ بھی لوگوں کی غلط بیانی سے شکستہ خاطر ہوکر تحقیقی شواہد اور ٹھوس مطالعے کی روشنی میں قلم اٹھانے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ اسی قسم کے جذبات و احساسات سے لبریز شخصیت کا نام وسیم احمد سعید ہے۔ بقول ان کے انھیں بچپن سے تاریخ کے مطالعے اور تاریخی واقعات کو جمع کرنے کا شدید شوق تھا بلکہ انھوں نے اپنے وجود کو اس کام کے لیے وقف سا کردیا تھا، ہرچند کہ موصوف نے کامرس سے ایم اے کیا تھا لیکن تاریخ سے والہانہ لگاؤ اور بیگم حضرت محل سے متعلق انگریزوں کی الزام تراشیوں اور حقائق سے چشم پوشی سے بدظن ہوکر اپنے عمیق مطالعے کی بنا پر تاریخی کتب، جرائد، اخبارات اور مفکرین کے افکار و نظریات کا سہارا لے کر پہلے انگریزی زبان میں میجر ایونٹس آف انڈیا سپردِ قلم کی جس کی اہلِ علم حضرات میں زبردست پذیرائی ہوئی اور مشہور و معروف صحافی خوشونت سنگھ صاحب نے اس پر باقاعدہ ایک کالم تحریر کیا۔ اس کے بعد موصوف نے تاریخی واقعات اور تاریخی لطائف کو ضبط تحریر کیا اور گلدستۂ ظرافت کے عنوان سے پیش کیا۔ اسی طرح موصوف نے جنگِ آزادی کے مجاہدین سے متعلق مواد قلمبند کرنے کے لیے تاریخ اودھ کا باقاعدگی کے ساتھ مطالعہ کیا اور نوابین اودھ کی تعمیراتی، اصلاحی، فلاحی، مذہبی، ادبی، ثقافتی کارناموں کا تفصیلی ذکر کرتے ہوئے بیگم حضرت محل کی شخصیت کو مرکزی حیثیت عطا کرکے 'شانِ اودھ بیگم حضرت محل' کے عنوان سے کتاب تصنیف کی ہے جس کے جملہ موضوعات نہایت فکر انگیز، معلومات سے لبریز اور تحقیقی حقائق پر مبنی ہیں جس کے مطالعے سے علم ہوتا ہے کہ مصنف نے تاریخ کے طالب علم نہ ہوتے ہوئے بھی تاریخ اور تاریخی واقعات اس حسن و

خوبی سے ضبط تحریر کیا ہے جیسے وہ بنیادی طور پر تاریخ کے ماہر ہوں۔ دراصل انھوں نے کثیر مطالعے کے توسط سے اپنی کتاب کو وقیع بنایا ہے بالخصوص بیگم حضرت محل کی شخصیت کے کسی گوشے کو تشنہ نہیں رکھا ہے اور جن کتب، جرائد، اخبارات اور مفکرین کے افکار و نظریات سے استفادہ کیا ہے اس کی تفصیل کتاب کے آخری صفحات میں پیش کی ہے۔ مصنّف نے جہاں نوابین اودھ کے دورِ حکومت کے واقعات کو قلمبند کیا ہے وہیں ان کی قلمی کاوشوں کا بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے اور ثبوت کے طور پر ان کی تخلیقات کے مستند حوالے پیش کیے ہیں۔ خصوصیت سے واجد علی شاہ کی تصنیف کردہ بیالیس۴۲ کتب کی فہرست موضوع اور سنہ اشاعت کے ساتھ پیش کی ہے۔ زیرِ تذکرہ کتاب کے ایک مقام پر "بیگم حضرت محل ایک تعارف" کے عنوان کے ذیل میں تحریر کرتے ہیں:

نوابینِ اودھ نے مسلمانوں کے ساتھ ہندوؤں کو بھی اعلیٰ مقام پر فائز کیا اور ان کے رسم و رواج، تیج تہواروں، میلوں ٹھیلوں کو بھی سرکاری اعانت بخشی۔ یہ روایت واجد علی شاہ اودھ کے آخری نواب کے زمانے میں پروان چڑھی۔ واجد علی شاہ کی بیگم حضرت محل نے اسے زیادہ تقویت بخشی۔ یہی وجہ ہے کہ بیگم حضرت محل نے انگریزوں کے خلاف جب اعلانِ جنگ کیا تو ان کے ساتھ ہندو مسلمان برابر سے شریک ہوئے اور ہندو امراء نے بیگم حضرت محل کو راج ماتا کا درجہ دیا اور آخری وقت تک ان کے ساتھ جنگ کی۔"

ایک دوسرے مقام پر فضلِ حق خیرآبادی کی کتاب "خواتین ہند کے تاریخی کارنامے" کے حوالے کو قلم بند کرتے ہیں:

"بیگم حضرت محل جن کے بچپن کا نام امراؤ بیگم تھا نواب اودھ واجد علی شاہ کی بیگمات میں سب سے زیادہ ذہین، بہادر اور دور اندیش خاتون تھیں۔ کمسنی میں ہی وہ ولی عہد واجد علی شاہ کے موسیقی کے اسکول پری خانہ میں داخل ہوئیں اور مہک پری کے نام سے مشہور ہوئیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے جسم سے خوشبو پھوٹتی تھی اس لیے وہ جدھر سے گزرتیں خوشبو ہی خوشبو بکھرتی جاتی۔ اس لیے نوابِ وقت نے انھیں مہک پری کا خطاب عطا کیا تھا۔ جناب رئیس احمد جعفری مہک پری کا تعارف یوں کراتے ہیں۔ بچپن میں فتنہ، جوانی میں قیامت، صورت میں سحر طراز، انداز دلفریب چتون میں شوخی، باتوں میں لگاوٹ، تبسم جاں ستاں، عشوے دشمنِ ایماں اور رہزنِ تمکیں، رقص میں برق، نغمہ سرائی میں طاق، وہ ساقیٔ گلفام بھی تھیں اور مطربِ خوش نوا بھی۔"

اسی طرح مختار احمد مکّی کی تصنیف آزادی کے نمائندہ مجاہدین' میں بیگم حضرت محل سے متعلق اقتباس میں کچھ اس طرح ملتا ہے:

" فیض آباد کے ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھنے والی محمدی بیگم افتخار النسا کی شادی جب لکھنؤ کے نواب واجد علی شاہ کے ساتھ ہوئی تو اُسے بیگم حضرت محل کا خطاب ملا اور وہ اسی نام سے مشہور ہوئیں۔ نواب واجد علی شاہ کو ۱۸۵۶ء میں انگریزوں نے عیاش اور نااہل قرار دیتے ہوئے کلکتہ میں جلاوطن کر دیا۔ حضرت محل اپنے دس سالہ بیٹے مرزا برجیس قدر کے ساتھ لکھنؤ کے قیصر باغ میں مقیم رہیں۔ اور ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں انگریزوں کے خلاف ایک بڑا محاذ اودھ میں قائم کیا گرچہ لکھنؤ میں ۱۰ مئی کو ہی بغاوت کی ابتدا ہوگئی لیکن ۳۰ مئی کے بعد ہی اس تحریک نے وہاں زور پکڑا۔ اودھ میں اس تحریک کی روحِ رواں بیگم حضرت محل تھیں۔ میرٹھ میں بغاوت کے بعد لکھنؤ میں بیگم حضرت محل نے اپنی مزاحمتی تحریک کا آغاز کیا۔"

اس طرح مصنف نے مستند تحریری حوالوں سے بیگم حضرت محل کی شخصیت کو عزت و وقار بخشنے کی بھرپور کوشش تاریخی حقائق کی روشنی میں زیرِ تذکرہ کتاب کی تصنیف کے ذریعہ کی ہے اور ان کی شخصیت

(باقی ص ۹۴ پر)

"اس بہادر مسلمان کی زندگی اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ اپنے عقیدۂ اسلام میں سنجیدہ، یقین کامل اور وطن کی مٹی سے گہری جذباتی وابستگی میں کہیں کوئی تصادم نہیں۔ اسلام کا سچا پیرو کار اپنے دین سے محبت میں فخر اور مادر وطن کی خاطر شہادت کو اپنا استحقاق سمجھتا ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ احمد اللہ شاہ کی شہادت کے بعد ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا خاتمہ ہوگیا۔ وہ بہادر جاں باز مجاہد تھا جس نے جنگِ آزادی کی تحریک کی ابتدا کی، اس کی تبلیغ کی، اس کو پروان چڑھایا اور بالآخر اپنی جان عزیز کی قربانی دے کر اپنے عزائم اور مقاصد کی بلندی پر مہر تصدیق ثبت کردی۔

□□

شانِ اودھ .... صفحہ ۶۹ کا بقیہ

پر انگریزوں کے ذریعہ لگے بدنما داغ دھبوں کی تردید کرتے ہوئے بیگم حضرت محل کے صاف ستھرے کردار کو قارئین کے فہم و ادراک کے نذر کیا ہے تاکہ کتاب کو پڑھنے والے مستند حوالوں کی موجودگی میں بیگم حضرت محل کی عظیم قربانیوں، سیاسی سوجھ بوجھ اور دانشمندانہ سرگرمیوں کا نہ صرف اعتراف کرسکیں بلکہ اس طرح کے تاریخی شواہد کی موجودگی میں بیگم حضرت محل کی تاریخی عظمت کو برقرار رکھنے کے لیے مدافعت کرسکیں۔ زیر تذکرہ کتاب بیگم حضرت محل شناسی کے لیے ایک نہایت کارآمد اور وقیع قسم کے مواد قارئین تک پہونچانے کی قلمی کاوش نہایت گراں قدر سرمایے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس مختصر سی کتاب میں اتنے تاریخی کردار و واقعات نیز مستند حوالوں کے ساتھ بیگم حضرت محل کو پیش کرنا مصنف کی حق پرستی، حق گوئی اور منصف مزاجی کی نشاندہی کرتا ہے۔ سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ مصنف نے بے پناہ محنت یعنی مختلف مفکرین، مصنفین اور صحافی حضرات کے پیش کردہ قیمتی مواد کو کتابی شکل میں پیش کرکے اپنی دیانتداری قوم پرستی اور فرض شناسی کا مکمل ثبوت دیا ہے جبکہ مصنف کا موضوع تاریخ نہیں رہا لیکن ان کی موجودہ کاوش ان کی بلند حوصلگی اور تاریخ کا چہرہ مسخ کرنے والوں کے خلاف آواز احتجاج کی حیثیت رکھتی ہے جو دور تک پہنچے گی اور لوگ متاثر بھی ہوں گے اور حقائق سے باخبر بھی۔ اس فکر بلیغ کے لیے کتاب کے مصنف حد درجہ قابلِ ستائش اور مبارکباد ہیں ـــ اس کتاب سے ہر مکتبۂ فکر کے حضرات کھلے دل سے استفادہ کرسکتے ہیں یعنی بیگم حضرت محل سے متعلق دس بیس کتابیں نہ پڑھ کر محض اس کتاب سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

□□

فیروز شاہ .... صفحہ ۷۷ کا بقیہ

۳ے "Freedom struggle in uttar pradesh"
Vol V (Western District and Rohilkhand)
Information Department Uttar Pradesh, Lucknow
- January- 1960 P. 376-380

۴-۵-۶-۷ے تاریخ جنگِ آزادی ہند۔ اٹھارہ سو ستاون: خورشید مصطفیٰ رضوی
رام پور رضا لائبریری ۲۰۰۰ء ص ۶۰۸ تا ص ۶۱۰

۸ے اٹھارہ سو ستاون۔ سریندر ناتھ سین۔ مترجمہ خورشیدہ پروین ص ۲۶۶

۹ے تاریخ جنگِ آزادی ہند۔ اٹھارہ سو ستاون۔ خورشید مصطفیٰ رضوی ص ۴۱۳ و ۴۱۴

۱۰ے جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء (واقعات و شخصیات)۔ محمد ایوب قادری
پاک اکادمی، کراچی ـــ ۱۹۷۶ء ص ۲۸۳

۱۱ے تاریخ جنگِ آزادی ہند۔ اٹھارہ سو ستاون۔ خورشید مصطفیٰ رضوی۔ ص ۵۸۵

۱۲ے قیصر التواریخ (جلد دوم) کمال الدین حیدر، مطبع نامی نول کشور لکھنؤ
نومبر ۱۸۷۹ء ص ۶۸-۴۶۷

۱۳ے اٹھارہ سو ستاون۔ سریندر ناتھ سین۔ مترجمہ خورشیدہ پروین ص ۳۱۴-۳۱۸

۱۴ے " " ص ۳۱۷، ۳۱۸

۱۵و۱۶ے " " ص ۳۲۲ و ۳۲۳

۱۷ے انقلاب ۱۸۵۷ء کی تصویر کا دوسرا رخ مترجمہ شیخ حسام الدین ۱۹۳۱ء

۱۸ے تاریخ تحریک آزادی ہند (جلد دوم) تارا چند۔ ترجمہ: غلام ربانی تاباں
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی ۲۰۰۱ء ص ۹۵

۱۹ے انقلاب اٹھارہ سو ستاون۔ پی، سی، جوشی۔ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
نئی دہلی ۱۹۹۸ء ص ۹۹

۲۰ے ۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ۔ مرتبہ خلیق احمد نظامی۔ الجمعیۃ پریس دہلی
۱۹۵۸ء ص ۲۸

۲۱ے اٹھارہ سو ستاون۔ سریندر ناتھ سین۔ مترجمہ خورشیدہ پروین ص ۳۲۲